انتخاب

دیوان ہوس

از تصنیف مرزا محمد تقی مرحوم ہوس لکھنوی شاگرد رشید میاں مصحفی

مرتبہ

سید فضل الحسن حسرت موہانی بی اے اڈیٹر اردوی معلی علی گڑہ

جسکو

محمد عبداللطیف پرنٹر نے

مطبع فیض عام واقع علی گڑہ میں چھاپا

حسرت موہانی پبلشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مہر معنی میں نے جب کاغذ پہ نور افشاں کیا
مطلع صبح قیامت مطلع دیواں کیا

اک تبسم کو نہ فرصت لب تک آنے کی ملی
کسقدر اُس گل نے پاس خوبی دنداں کیا

سحرکاری خامۂ صنعت کی اُسکی دیکھیے
غنچۂ دل تنگ کو جس نے گل خنداں کیا

در تلک اُس کے نہ پہنچا نقش پا کیطرح آہ
ناتوانی نے مجھے حسرت کش درباں کیا

خامہ مانی ہوس کا کیوں نہو حیران کار
صفحہ کاغذ کو تو اس نے نگارستان کیا

اے عشق قدم اب تو تری راہ میں ڈالا
الا ان توکلت علی اللہ تعالیٰ

سب راز نہاں عشق کا مجھپر تو عیاں ہے
ہوں پردۂ اسرار کا میں جھانکنے والا

آنکھوں سے لہو آنے لگا اشک کی جاگہ
نیرنگیٔ الفت نے عجب رنگ نکالا

اے جوشش جنوں آبلوں کو پاؤں کے میرے
لذت تو ذرا خار مغیلاں کی چکھا لا

رحمت ہے کہ ہوس تجھکو کہ یہ بار محبت
افلاک سے جب اُٹھ نہ سکا تو نے سنبھالا

مسی سے لب ہے رنگیں اس غیرت چمن کا
اندیشہ ماہ نو کو کیونکر نہو گہن کا

اُڑ جائے نور اُس کا ہو منہ سحر کا کالا
نقشہ بگاڑ ڈالا اُن مستوں کی انجمن کا

ہو اُس سے تسلی افسردہ خاطروں کی
تسکیں صبح سرما گر ہو دھواں دہن کا

لاکھوں بنے مرقع گلشن میں عکس رخ سے
جو برگ یاسمن تھا آئینہ تھا چمن کا

یاد آئے گی ہوس کو بالوں کی بو کسی کی
مرقد پہ اُس کے لا مت پھول یاسمن کا

چشم شوخ یار میں سرمہ نہیں حل ہو گیا
رنگ مژگاں چھوٹ کر آنکھوں کا کاجل ہو گیا

در پئے صاحبو اُن کی بلا ہوا آشنا
رنگ بیگانی جہاں ناشدہ صندل ہو گیا

شغل شب تنہائی کس سے کہیں ہم اپنا
دو چار گھڑی رو کر بہلاتے ہیں غم اپنا

اپنے تئیں جو چھوٹا سمجھے وہ قسم کھائے
ہم وہ نہ کہوینگے کیا کھاتے قسم اپنا

خواہش نہ بقا کی تھی نہ خوف فنا ہم کو
ہستی سے ہوس اپنی بہتر تھا عدم اپنا

تعجب کی جگہ یہ ہے کہ اعجاز محبت سے
خس مژگان نے آتش رنگ ٹھرایا

اڑا جاتا ہے رنگ نقش تو ہر لحظہ صدموں سے
مصور نے ورق پر کیونکر اسکا رنگ ٹھرایا

نہیں ہے طینت اہل صفا میں جا کدورت کی
وہ نابینا ہے جس نے آئینہ میں زنگ ٹھرایا

نہیں پروائے تخت سلطنت ہم خاکساروں کو
گمان میں چشم نقش خاک کو [illegible] ٹھرایا

ہمیشہ ناخن دست جنوں کاوش جو کرتا ہے
رگ جاں کو میرے کیا اس نے تار چنگ ٹھرایا

ہمارے نام سے دیکھا تو نفرت کو بھی نفرت ہے
نہیں سوا کی الفت نے ننگ ٹھرایا

سریع السیر تھا از بس میں صحرائے محبت کا
مری سرعت نے سو فرسخ کو اک فرسنگ ٹھرایا

ہوس پھر کیجئے اب قصد صید طائر مضموں
خیال سنگ [illegible] طبع نے یہ ڈھنگ ٹھرایا

مزاج عشق نے ہستی کا عرصہ تنگ ٹھرایا
قدم سے ہی گذر جانے کا جب آہنگ ٹھرایا

جو اوڑا تو گمان طاقت کا ہو تا ہم صفیروں کو
ہجوم ضعف نے چہرے پہ میرے رنگ ٹھرایا

چلا جب صبح ہوتے قافلہ باد بہاری کا
تو گویا رنگ شکست رنگ گل کو رنگ ٹھرایا

جسے کہتے ہیں دل ہے اس میں دونوں کی صف آرائی
یہ حسن و عشق نے اپنا مقام جنگ ٹھرایا

جہاں یاقوت لب کو اسکے رکھتے تھے ترازو میں
مقیم عشق نے وہاں لعل کو پاسنگ ٹھرایا

تری تصویر کا خاکہ نظر آیا جو مانی کو
تو نیرنگی کو اس کے عالم نیرنگ ٹھرایا

زبان طاعنان سے اے ہوس کیونکر بچیں گے ہم
جنوں عشق نے ہمکو حریف ننگ ٹھرایا

میں کہا بولنا شب غیر سے تھا تمکو کیا
مسکرا کے کہنے لگا شوق مرا تم کو کیا

جو کہا میں کہ برے طور نکالے تم نے
پھیر کر منہ کو لگا کہنے بھلا تم کو کیا

شکوہ اس بت کے جفا کا جو کیا میں تو کہا
تم تو دنیا میں ہو اک اہل وفا تم کو کیا

درد سر دشمنوں کے انکے ہوا رات شوق میں
جو میں گھبرا کے یہ پوچھا تو کہا تم کو کیا

تان کر منہ پہ دوپٹہ بدم سرد کہا
تم لگے پوچھنے کیوں حال مرا تم کو کیا

ہر گھڑی تم جو ملامت مجھے کرتے ہو ہوس
آپ میں دام محبت میں پھنسا تمکو کیا

شوق خرامش تھا رہے دلمیں رہگیا
پائے تلاش پہلی ہی منزل میں رہگیا

میں زمزمہ سرا تو چمن سے گیا ولے
افسانہ اک گروہ عنادل میں رہگیا

زنجیر موج پانوں میں آکر لپٹ گئی — طوفانیوں کا دھیان ہی ساحل میں رہ گیا

تصویر اس کی کیسے کھینچے مانی خیال — حیران جس کی شکل و شمائل میں رہ گیا

کام اپنا تو تمام کیا یاس نے ہوش — جی اشتیاق خنجر قاتل میں رہ گیا

ہم سے وارفتہ الفت ہیں بہت کم پیدا — ہاتھ سے کھو نہ ہمیں ہونگے نہ پھر ہم پیدا

التیام اُس کا جو ہے لطف بتاں پر موقوف — زخم دل کا مرے ہوتا نہیں مرہم پیدا

بد نہ کہہ بد کو کہ صناع ید و نیک ہے ایک — خار و گل ہوتے ہیں اک شاخ سے باہم پیدا

نہیں ابرو ترے رخسار کی سجدے کے لیے — عکس انگشت شہادت نے کیا خم پیدا

میں بھی ہوں باعث ایجاد ہوش الفت کا — میری خاطر سے خالق نے کیا غم پیدا

اگرچہ ہجر کا ڈر وصل یار میں بھی تھا — پھر قرار دل بیقرار میں بھی تھا

اُٹھا جو خاک رقیس سے بگولا سا — اک اضطراب سا پیدا غبار میں بھی تھا

اگرچہ آج ہے بالیں سنگ بستر خاک — کبھی تو سر مرا آغوش یار میں بھی تھا

زبسکہ تھا مجھے خطرہ تنک مزاجی کا — بگڑ ہی جانے کا ڈر اسکے پیار میں بھی تھا

رواں ہیں اشک میرے جسطرح بجوش و خروش — یہی سماں کبھی ابر بہار میں بھی تھا

زبسکہ آنکھ پھر تھا مجھے تصور یار — مزا وصال کا اک انتظار میں بھی تھا

گزشتہ سال کے زمانے کا تم نہ وصف کرو — یہی غم و الم اُس روزگار میں بھی تھا

ہوش کا دل ترے جانے سے اب ہے منزل غم — کبھی خوشی کا گذر اس دیار میں بھی تھا

تیرے کشتے نے ہمیں زور چمن دکھلایا — عرق خون تا سر ہر اک تار کفن دکھلایا

اُڑ گئی تازگی رنگ رخ لالہ و گل — کسنے چھاتی کا اُبھار، اپنے کرتے دکھلایا

قیس آوارہ کی غربت میں کٹی ساری عمر — پھر فلک نے نہ اُسے روئے وطن دکھلایا

بعد اک عمر کے بارے فلک کجرو نے — دل کو پھر از سر نو حسن دمن دکھلایا

لے ہوش نوش نے پچھے وصل کا سامان ہوا — اہل خدمت نے نیا شمع لگن دکھلایا

بلبل نے کڑھایا نہ غم گل نے رولایا — ہمکو تو فقط اُس کے تغافل نے رولایا

ساقی جو نہ تھا یار تو شب مجلس مے میں — تا صبح مجھے شیشے کے قلقل نے رولایا

گلشن میں بہار آئی ہے گل جام بکف ہیں
اس فصل میں ساقی کے تساہل نے رلایا

مجلس میں نہ دیکھا جو مجھے ہمدم مستاں
میخوار و نکو رو رو قدح مل نے رلایا

دین و دل جس کے غم ہجر میں برباد کیا
ہائے بھولے سے بھی اس نے نہیں یاد کیا

جس سے کل خوف میں ذو یا قفس اے مرغ اسیر
تو نے پھر آج وہی زمزمہ بنیاد کیا

عشق جہاں برہم زن نے کیا مجھکو فقط حیران کیا
تھا جو مجموعۂ دل شدگاں کا سب پریشان کیا

گل جو وہ گلرو برزدہ داماں ناز سے گزرا گلشن میں
اڑ گئی رنگ گل کی نزاکت خوب چمن میں دیکھا نکلا

برق نگہ جانسوز عالم خنجر ابرو تیر مژہ
قتل کا اک بیکس کے حیلہ کیوں اتنا سامان کیا

جرم محبت غیر کا رکھکر مارا مجھکو اس بت نے
قتل کیا تو خوب کیا پر ناحق یہ بہتان کیا

وصل میں ذرہ انکا ہر دم ہجر میں روتے رہتے ہیں
ہمکو تو بیتابی دل نے آہ بہت حیران کیا

آوے اگر تو انکے گھر تو کیا یہ تیرے نذر کریں
ایک ہوس دل رکھتے تھے سو آگے ہی قربان کیا

جگر پہ داغ ہوا یار کی جدائی کا
یہ داغ جی سے نہ جاوے گا آشنائی کا

برنگ غنچہ زباں لال ہو گئی میری
بیان کر نہ سکا تیری بیوفائی کا

پھنسا ہے زلف میں اس شوخ کے ہمارا دل
سبب نظر نہیں آتا کوئی رہائی کا

پھرے ہے دیدۂ پرخوں میں بسکہ دست نگار
مژہ پہ رنگ ہے اس پنجۂ حنائی کا

ہوس کہوں ہوں میں عشق شراب و شاہد و شعر
مجھے گھمنڈ نہیں اپنی پارسائی کا

مژدہ یہ صبا اس بت بیباک کو پہنچا
پہنچے دود دل سوختہ افلاک کو پہنچا

پیغام زبانی تو نصیبوں میں کہاں تھا
نامہ بھی نہ تیرا تمہیں غمناک کو پہنچا

خوں یہ نہیں ہر فندق دست اسکی ہے مریخ
کب ترک فلک اس بت سفاک کو پہنچا

صد چاک کیا پیرہن گل کو صبا نے
جب وہ نہ تری خوبی پوشاک کو پہنچا

صحرا میں ہوس خار مغیلاں کی مدد سے
ٹکڑے مرا خوں ہر خس و خاشاک کو پہنچا

لگے جیسے تو فائدہ آتا ہوا غم عشق کا رنج و محن نہ رہا
دولے کا وحشی دست جنوں نہ رہی کہ پہنچتی تا رکفن نہ ملو

کوئی مونس بیکسی جب نہ ملا تو غم ال رسیدہ سے انس کیا
ہمیں بے وطنی نے دیا یہ مزا کہ ذرا بھی خیال وطن نہ رہا

ہو اسیر قفس ہے رہیں یاں وہ بہار جو لگ گئی اب ہے کہاں
بلبل گلشن ہر یں یا دختان وہ نہ رہی وہ چمن نہ رہا

خدا کے واسطے اب ضبط کر تو آہ نہ کر
زمانہ ہو نہ کہیں لے ہوش تہ و بالا کر

دیوانے جب عشق کے تھے اور جنوں کا جوش تھا
کہیں میں کچھ بکتا تھا گہ دو دو پہر خاموش تھا

گلشن ہستی نہ تھا زہے جائے بود و باش
ہر نہال اس باغ کا بار سفر بردوش تھا

کون دریا میں نہایا تھا کہ جس کے واسطے
حلقۂ گرداب ہر اک صورت آغوش تھا

بوسہ تقریر کی کس کر لب جادہ بیاں
تک ہی تھیں بلبلیں منہ گل سراپا گوش تھا

اور کیفیت تھی بزم میکشاں میں تنبؔ ہوش
ایک کا لغزش کے باعث ایک تھا بنی دوش تھا

میں نہ سمجھا بلبل بے بال و پر نے کیا کہا
گوش گل میں قاصد باد سحر نے کیا کہا

تھمکے دم بھی زبس لیلےٰ کو مانع تھا حجاب
چپکے چپکے روئی اور اُس نوحہ گر نے کیا کہا

تا ترے وحشی سے عبث تجکو خفا کرتے ہیں لوگ
سب یہ باتیں جو ہتہ تھیں اُس بیچنے نے کیا کہا

سینکڑوں رنگینیاں پیدا کیں اُسنے وقت فصد
خوں مجنوں سے زبان نیشتر نے کیا کہا

نامہ بر کو گالیاں دیں اُسنے سنکر میرا نام
منہ کو تکتا رہ گیا اور نامہ بر نے کیا کہا

ہو گیا اُس کو پہنکر اور بھی مغرور وہ
کان میں اُس شوخ کے سلک گہر نے کیا کہا

جوڑنا اُنکا نہایت اے ہوس دشوار تھا
دل کے ٹکڑے دیکھ میرے شیشہ گر نے کیا کہا

یار جب رخصت پے عزم سفر ہونے لگا
خنجر غم سے یہاں ٹکڑے جگر ہونے لگا

وادی سے ہو گئے آگے ہمکو آجاتا تھا ہوش
طول غش کا اب تو یاں دو دو پہر ہونے لگا

ابتدا میں عشق بازی سہل سمجھی تھی ہوس
آخر آخر جان کا اس میں ضرر ہونے لگا

اک داغ جگر مثل شرر ہم کو ملا تھا
یہ یاس کے گلشن سے ثمر ہم کو ملا تھا

منزل میں جہاں کی نہ وا دل سے جدا غم
اس راہ میں کیا یار سفر ہم کو ملا تھا

ہر داغ جگر صورت خورشید طپاں ہے
کیوں راہ میں وہ رشک قمر ہم کو ملا تھا

غم کھانے کو تھا پینے کو خون جگر اپنا
الفت میں یہی زاد سفر ہم کو ملا تھا

کہتا تھا اُسے کوئی ہوش اور کوئی مجنوں
کل دشت میں اک خاک بسر ہم کو ملا تھا

جل اُس کا بدن آئینہ آب میں دیکھا
جیسے در یکتا شب مہتاب میں دیکھا

آنکھوں نکو چکا چوند ہوئی جسنے تن اُس کا
لپٹا شب مہتاب کے جلباب میں دیکھا

سونے سے ہوس کرکے جو اک آہ تو اٹھا
اے عاشق دم باختہ کیا خواب میں دیکھا

میں نے قاتل کا دم ذبح جو پابوس کیا
رحم اُسنے نہ کیا لاکھوں نے افسوس کیا

شعلۂ شمع کی نیرنگ نے شب محفل میں
پیر پروانہ کو رشک پر طاؤس کیا

ایسے آنے سے تو قاصد تو نہ آیا ہوتا
کیسی امید میں تونے مجھے مایوس کیا

بسکہ وحشت میں خوش آئی ہمیں رسوائی عشق
ننگ کا پاس نہ اندیشۂ ناموس کیا

اے ہوس حسن چھپائے سے کہیں چھپتا ہے
حال شمع عبث پردۂ فانوس ہوا

کیوں عشق سے دعوی انکو ہو قیس کے خوں کا
اب سلسلہ جنبا ہم ہوں ہیں زنجیر جنوں کا

جب آہ میں کرتا ہوں تو چھا جاتا ہے اک ابر
کس تہ کو پہنچا ہے دھواں سوز دروں کا

بے چین ہوا ایسا کہ کبھی نیند نہ آئے
افسانہ سنے گر وہ میرے حال زبوں کا

سینہ میں تڑپتا ہے پڑا برق کے مانند
کچھ حال نہ پوچھو دل بے صبر و سکوں کا

دنیا میں خوشی جان غنیمت کہ ہے دشوار
اک رنگ پہ رہنا فلک بوقلموں کا

کو غم فرقت کا یہ کیا بوجھ اٹھائے
کہتے ہیں ہوس دل جسے اک قطرہ ہے خوں کا

گر جاں پہ کوفت ہے تو تن ناتواں کو کیا
دل کی شکست سے ہو خبر استخواں کو کیا

آتی نہیں چمن سے یہ سوئے قفس کبھی
روکا ہے بخت بد نے نسیم رواں کو کیا

یاران رفتہ بھول گئے ہم کو اے ہوس
رہ میں کسی نے لوٹ لیا کارواں کو کیا

بنا فرہاد نے شیریں کی جب تصویر کو توڑا
تو گویا بیستوں کی رونق تعمیر کو توڑا

گراں ہے اُس کے تن پر عکس بھی موج رگ گل کا
ترے دیوانہ گیسو نے کب زنجیر کو توڑا

دل عشاق سے ملتا جو پایا گلگی کلیوں کو
خفا ہو اُسنے ہر اک غنچۂ دلگیر کو توڑا

ہوس ہم پار ہوویں کیونکہ دریائے محبت سے
قضا نے بادبان کشتیٔ تدبیر کو توڑا

کسی کا روکنا وحشت میں جو مجھکو نہ بھاتا تھا
جنوں میں میں نے سر ہر خار دامن گیر کا توڑا

ناحق کی اک بلا میں مجھے مبتلا کیا
اے آرزوئے حسن بتاں ہائے کیا کیا

وہ بعد قتل خون سے مرے سرخ کرکے ہاتھ
بولا کہ ہمنے آج سے ترک حنا کیا

شمشیر اس نے کھینچی ادا سے جو بہر قتل
خوش ہوکے میں نے شکر کا سجدہ ادا کیا

بسکہ بر روئے خوں کا بزم ہندوستاں میں جی نہیں لگتا
صدائے زنگ کا یہاں کا روائیں جی نہیں لگتا

عدم سے شوق لایا ہے مجھے یہاں تک اسیری کا
بیش بلبل ہوں جس کا آشیاں میں جی نہیں لگتا

بہت کی بت پرستی اب ہوس نشہ یاد آیا
چلیں کعبہ کو اب ہندوستاں میں جی نہیں لگتا

غفلت ہی میں ہم خوش تھے بیداری کا اک غم تھا
ہنگام شباب اپنا کیا خواب کا عالم تھا

عصمت پہ گل تر کے کیوں شاد نہ ہو بلبل
جو تختۂ گلشن تھا سو دامن مریم تھا

لذت دل عاشق کی کیا جانے ہوس کوئی
سوز دل پروانہ اس راز سے محرم تھا

نشت پہ بلبل نالاں کے جو بر باد ہیں سب
ہاتھ پر ہاتھ دھرے سچ ہیں صیاد ہیں سب

ان تلک پہنچی کب بلبل بستاں کی صدا
کہ اسیران قفس گو تہ لبِ فریاد ہیں سب

حشر کب ہو کہ انہیں یار کو اپنے دیکھیں
منتظر قیس و ہوس وامق و فرہاد ہیں سب

ملی نکلنے کی جب خط یار کو رخصت
کیا خزاں نے چمن سے بہار کو رخصت

ستا نہ ہمکو دم نزع اے تصور یار
چلے ہیں ہو کے ہم اپنے دیار کو رخصت

ہوس شرم عشق ہے • نزع ذرا نہیں ملتی
کراہنے کی مری جان زار کو رخصت

فروغ ہستی موہوم پہ نہ بھول ہوس
نہیں ہے وقفہ کی اک دم شرار کو رخصت

کبھی کیونکر مانی سے تصویر وحشت
یہاں ناتوانی سے ہے زنجیر وحشت

گرفتار تیرا ہے دیوانہ تیرا
شکار جنوں ہے نہ نخچیر وحشت

بہار آئی آغاز فصل جنوں ہے
کرو اے صبا جلد تدبیر وحشت

غبار تن تیس ہو کر بگولا
ہواؤں بھی کرتا ہے تعمیر وحشت

بیاباں کے کانٹے جو تھے آبلوں میں
ہوس پائی پاؤں نے تقدیر وحشت

مت اے نسیم برگ گل یاسمیں اولٹ
سوتے میں اس جبیں سے دوپٹہ کہیں الٹ

یارو دلا و یاد نہ اگلی وہ صحبتیں
صدمہ سے جائے گا دل اندوہگیں الٹ

بدلی کو چیر چاند سا نکلا تھا وقت صبح
اس نے دئے جو بال بیار وہیں الٹ

حیرت سے چشم وا ہوئیں اسطرح اے ہوس
جاتی ہیں آنکھیں جیسے دم واپسیں الٹ

گلشن میں گئی جلوہ کناں کون پری آج
غلطاں ہے خیاباں میں نسیم سحری آج

کچھ دور نوں سے ہے فزوں نالۂ بلبل
جا خاک پہ مجنوں کے ہوس بہر زیارت

شب مہ میں جو وہ مہ چہرہ گیا حور کی طرح
کھول دی گھر سے پہ جب زلف سیہ فام اُسنے
گرچہ ہے اک دو قدم راہ عدم ہستی سے
جلوہ دیتا ہے لگا ہوں میں شب ہجر مرے
اختیار اپنا نہیں اس بت کافر پہ ہوس

کس کے دیوانہ کی گور غریباں آباد
سب مسافر ہیں جہاں میں نہیں عالم کو ثبات
ہوتی طاقت ہمیں گر سلسلہ جنبانی کی
کعبۂ دل کو تو ویراں کیا اس بت نے
آہ یکسر وہ ہوئے بادیہ پیمائے جنوں
خوب ویاں میں ہوس دیکھ کے ویراں اُسکو

نہیں ہوس وقت جوش مستی قد خمیدہ سے کچھ جیا کر
جو چاہتا ہے کہ آشنا ہو تیرا وہ نا آشنائے عالم
کہاں کی نیند آگئی الٰہی مسافران رہ عدم کو
سعادت دو جہاں ہو حاصل جو باریاب حضور ہوویں
کہاں سلیماں کہاں سکندر کہاں ہے جم اور کہاں ہیں دارا
بہار ابر و ہوا میں ساقی اندھیری راتوں کا خوف کیا ہے
ہے منہ پہ بیداریوں سے زردی ہوس اگر نیند اچٹ گئی ہے

تنہا نہیں اجل کا سر انجام دوش پر
طفلی کو یاد کر لے جنازہ کو دیکھ لے
کس قطرے کا گوٹے نہ دوں مثل شیشہ بار

کیا گل ہے کوئی یار نو جہاں سے سفری آج
دل کھول گئے مدد تو سب ہی کریں نوحہ گری آج

کھپ گئی دل میں مرے اس بت مغرور کی طرح
پھر گئی آنکھوں میں سامنے شب دیجور کی طرح
سبب کاہش جاں تھی سفر دور کی طرح
نخل آہ شرر افشاں شجر طور کی طرح
کف افسوس کھڑے ملتے ہیں مجبور کی طرح

اب نہ صحرا میں ہے رونق نہ گلستاں آباد
چار دن کو رہی یہ منزل ویراں آباد
رکھتے ہم نالہ زنجیر سے زنداں آباد
گور ہا مسکن پیر گبر و مسلماں آباد
کبھی دیوانوں سے تھا کوچہ جاناں آباد
دم سے مجنوں ہی کے تھا نجد کا میداں آباد

بتوں کا بندہ رہیگا کب تک خدا خدا کر خدا خدا کر
کبھی زبان و لب دہانکو نہ حرف مطلب سے آشنا کر
کچھ ایسے سوئے کہ پھر نہ چونکے تھکے ہم انکو جگا جگا کر
بتان در دیر تک تو ہم بھی پہنچ گئے ہیں خدا خدا کر
یہ سب کے سب خاک کے تھے پتلے بگاڑ ڈالے بنا بنا کر
چراغ داغ جگر سے میرے فروغ تھا نہ قضا کرا
تصور اسکے میں سو رہا اب بغل کے تکیے گلے لگا کر

خنجر ہے دست یار میں صمصام دوش پر
آغاز بھی ہے دوش پر انجام دوش پر
ہاتھوں سے سر پہ سرے میں لوں تھام دوش پر

کیا صاف تن ہے عکس در گوش سے جہاں
طفلی میں گود پتی ہوس خوابگاہ تھی

اگرے گر میری آہ آتشیں کی برق گلشن پر
خبر آشفتگی میں دل جلوں کی کون لیتا ہے
ہمارے شہر میں ہے عام یہ رسم خودداری
زمین مزرع الفت بہارستان آتش ہے

خندہ زن ہے برق میری نالۂ شبگیر پر
دیدنی ہے حسن اس بت کا کہ کیا کیا صنعتیں
جب ہوئی تھی قالب خاکی سے آدم کی بنا
سحر ہے کیا تیرے کوچہ میں کہ جو آیا یہاں
خشمگیں غیر و نیہ ہو مارا ہوس کو آپ نے

لگاتے ہیں حنا دیاں غیر بے وسواس ناخن پر

وہاں رنگ حنا سے ہے یہ آب و تاب ناخن پر
بیاض چشم پر کیا ٹھہرے اشک بیقرار اپنا
نہ ہاتھ آئی حنا جس جا وہاں مشاطہ نے رکھی
جنوں میں لاکھ عقدے عشق کے حل ہو گئے اس سے
ہوس تار نفس سے کیوں نہ آواز حزیں نکلے

کیونکر نہ عندلیب کرے شیون بہار
از بسکہ اس میں ہیں گل زخم جگر نہاں
کوندا ہوا سپیہ موج نسیم سحر کا ہے
سیراب یاں جو ہیں چمن حسن میں تری
رنگ کھٹک سے کیوں تیرے رو کشش ہوئی ہے
خطرہ ہے نت ہوس کو تیرے برق حسن کا

تارے عیاں ہیں صبح سے تا شام دوش پر
صد رہشت سینہ تھا آرام دوش پر

کریں کار شرر شبنم کے قطرے گل کے دامن پر
پھرا کس روز دست شانہ زلف دود گلخن پر
نہ ہو یاں جذب مقناطیس دست اندازہ آہن پر
یہاں پروانہ کرتا ہے شرر کا کام خرمن پر

گریہ آتا ہے مجھے اس آہ بے تاثیر پر
خرچ کیں ہیں صانع قدرت نے اس تصویر پر
تھی خرابی خندہ زن اس قصر کی تعمیر پر
ڈھیر ہو کر رہ گیا اس خاک دامنگیر پر
واہ کیا غصہ نکالا ایک بے تقصیر پر

کروں کیونکر نہ میں ہر دم نگاہ یاس ناخن پر

جمے گویا کہ ہیں برگ گل شاداب ناخن پر
ٹھہرتا ہے کہیں بھی قطرۂ سیماب ناخن پر
جمائی صنع سے برگ گل سیراب ناخن پر
کھلا چاک گریباں تا میرے جیب باب ناخن پر
میرا نالہ سکھے ہے رات دن مضراب ناخن پر

باد خزاں نے لوٹ لیا مسکن بہار
سینہ مریض [illegible] بہار
جاتا ہے مثل آب رواں تو سمن بہار
ایسی کہاں ہے تازگی گلشن دیار
خون بہا [illegible] بہار
جس نے [illegible] بہار

آیا تھا کون جلوہ کناں شب کو بام پر
نور قمر نثار تھا طرز خرام پر

میں کیا کہوں تغافل صیاد کے سبب
کیا کیا ستم ہوئے ہیں اسیران دام پر

رخسار یار آنکھوں میں پھرتے ہیں جلوہ گر
کرتا ہوں جب نگاہ میں ماہ تمام پر

مشتاق وصل سیم تناں ہوں چولے ہوس
ہنستا ہے ایک جہاں میرے سودائے خام پر

ایک دیوانہ یہ کرتا تھا بیان زنجیر
ہم بھی کچھ خوب سمجھتے ہیں فغان زنجیر

نجد میں اب نہیں گو شور فغان زنجیر
جا بجا خاک پہ باقی ہے نشان زنجیر

ناتوانی ہے میری لاکھ سلاسل سے زیادہ
گرہ زنجیں جسم پہ لپٹی ہیں بسان زنجیر

غل وہ زنداں میں نہیں باقی ہوئی ہے شاید
مرگ مجنوں سبب خواب گران زنجیر

ہوں ہو حق وادی وحشت کا میں اورنگ نشیں
کون ہے میرے سوا مرتبہ دان زنجیر

گل کو ہنستے دیکھ صورت بلبل گلزار پر
ضبط نے کی مہر خاموشی لب اظہار پر

یاد آتا ہے کہ ڈر سے باغباں کے ہم غریب
جھانکتے تھے ہاتھ رکھکر باغ کی دیوار پر

کیا عجب گر اب بھی ہو وہاں لالہ خودرو کا جوش
بہہ چکی ہیں موج خوں ایک وقت میں کہسار پر

ہمکو ناجی کر دیا ہے شکر احسان جنوں
رہ گئی یاداشت عصیاں عقل ہشیار پر

کیوں ہو یکساں اپنا اپنا رنگ ہو بھی لے ہوس
خندۂ گل بے محل ہے نرگس بیمار پر

تربت پہ مرے یار نے رکھا قدم ناز
جب جاچکے ہم تب سے ہوا تب کرم ناز

باہر نہ کہا در سے جب اس نے قدم ناز
مشتاقوں نے کیا کیا نہ اٹھائے ستم ناز

خال سیہ کو ترے دیکھ کے دانا
کہتی ہے یہ ہے نقطۂ نوک قلم ناز

اس خاک سے ہر پھول بھی اگتا ہے گلابی
مدفون ہے جہاں کشتۂ تیغ و ستم ناز

یہاں شوخی نظارہ لہو پیتی ہے [illegible]
[illegible]

ہنگامہ [illegible] اٹھتے ہیں کیونکر [illegible]
[illegible]

بتخانہ صورت سے انہیں کام نہیں ہے
ہیں وہ جو پرستندۂ بیت الصنم ناز

انداز نکویاں کے ہوس کشتے ہیں لیکن
مرجاتے ہیں کھاتے نہیں جھوٹی قسم ناز

ہیں داغ میرے ہوش ربائے پر طاؤس
کیا بھائے مجھے حسن و صفائے پر طاؤس

نیرنگیِ الفت کے سبب آہ ضعیف اس
لیے ہاتھ میں چلتی ہے عصائے پر طاؤس

یاد آتا ہے اس ڈانک کی پشواز کا عالم
دیکھے سے دم رقص ادائے پر طاؤس

مانا ہے جو پیر اشک میرا بو قلموں سے
ہے کلک مژہ چہرہ کشائے پر طاؤس

کرنے کو ہوس چہرۂ عشاق سے رنگش
کی صانع قدرت نے بنائے پر طاؤس

مجلس آرائی کرے جب وہ رخ گلرنگ و شمع
پھرتے ہیں جلنے میں برابر عاشق بے ننگ و شمع

موم کافوری سے کچھ اسکی صباحت کم نہیں
ایک سانچے میں ڈھلے ہیں ساعد شبرنگ و شمع

سامنے اس شعلۂ رخسار آتشناک کے
ایک سا مجھکو نظر آیا گداز سنگ و شمع

کج فرمائی پر آئے گر مزاج حسن و عشق
ہوئے سرگرم دویدن ساق پائے لنگ و شمع

سرکشی یہاں جتنے کی اسکے تئیں لٹکا دیا
مت سمجھ بیجا ہوس تو نسبت او سنگ و شمع

پنہاں ہے مرا زخم بزیر چمن داغ
طاؤس نمط مجھکو ملا پیرہن داغ

یہ جم کے وہ بیٹھا ہے کہ اٹھتا نہیں ہرگز
گویا دل پر درد ہوا ہے وطن داغ

جوں شعلہ خاموش جلا چپکے ہی چپکے
لائے نہ زباں پر کبھی ہم تو سخن داغ

جو لالہ نکلتا ہے سو وہ داغ بدل ہے
پنہاں ہے تہ خاک مگر انجمن داغ

تن بسکہ ہوس آتش فرقت نے جلایا
کچھ ہم کو موئے پر نہ ملا جز کفن داغ

جانا ترا گر ہو صبا اس آفت جاں کی طرف
کہیو خدا کے واسطے آ میرے زنداں کی طرف

دامن جو میرے خاک سے اس مست کا کل چھو گیا
پھر پھر کے چشم قہر سے دیکھے تھا داماں کی طرف

ہر ساعت و ہر لحظہ فزوں ہے الم عشق
ہم سے تو اٹھائے نہیں جاتے ستم عشق

اب تک ہے غبار تن فرسودۂ عاشق
پھرتا ہے بگولا سا بگرد حرم عشق

تصویر سی تصویر چلی آتی ہے بہتر
کچھ خامہ مانی سے نہیں کم قلم عشق

کعبہ میں ہوس چلکے ذرا ڈھونڈھو تو ان کو
کس راہ گئے زائر بیت الصنم عشق

پہنچا جو اشک خستہ دلاں آستیں تلک
جانے دیا نہ ضعف نے اس کو زمیں تلک

کرنے لگے تھا رنگ کفک سے برابری
پہنچا یہ خوں گر اسکے کف نازنیں تلک

ہم بسمل خدنگ تغافل رہے مدام
پہنچے کبھی نہ اس نگہ شرمگیں تلک

تیشہ سے بستوں میں جو فرہاد مرگیا — آواز نوحہ تھی فلک ہفتمیں تلک
شیریں جو اسکو دیکھنے شبدیز پر گئی — وہاں موج خون بلند تھی دامان زیں تلک
ہم بھی مزے بہار کے لوٹیں گئے ہے ہوس — جیتے رہے جو فصل گل یاسمیں تلک

ردیف ل

تڑپ اسکی سے مرغ قفس ہے خجل کہوں کس سے عزیزو میں حالت دل
غم ہجر میں تجھسے جدا ہوے سب یہ طپش نے بچھوڑی رفاقت دل
غم عشق سے ہم ہیں ملول و حزیں کبھی چین ہمیں تو ملا ہی نہیں
وہ ہیں کون الٰہی کہ جن کے تئیں ملی عشق بتاں میں فراغت دل
کہوں اس کی خرابی میں کس سے ہوس اسی دو کھا کئی سبھی ناکس و کس
مجھے سوچ ہے اتنی ہی بات کا بس کہ جنوں نے بھی کی نہ حمایت دل

بیوجہ نہیں گرد پریشاں پس محمل — آتا ہی کوئی بے سروساماں پس محمل
ازبس کشش عشق سے آگاہ تھی لیلےٰ — تھی دیکھتی وہ فتنۂ دوراں پس محمل
کس سوختہ کی خاک سے اٹھا ہے بگولا — اک شعلہ جوالہ ہے پیچاں پس محمل
فکر قدم ناقہ ہوا قیس کو پیدا — دیکھا جو ہیں صحرائے امیلاں پس محمل
اے ناقہ کش اتنی بھی نہ تو تیز روی کر — مجنوں ز خود رفتہ ہے نالاں پس محمل
شاید میں اسے دیکھوں ہوس یا لب خنداں — جاتا ہوں اس امید پہ گریاں پس محمل

ردیف م

یہی کہتی لیلی سوختہ جاں نہیں کھائی ادب سے خدا کی قسم
غم قیس سوا مجھے غم نہیں کچھ اسی کشتہ ناز و ادا کی قسم
کبھی کہتا تھا قیس غزالوں سے جا کہو لیلی یہاں سے کدھر کو گیا
کبھی کہتا تھا تو ہی بتادے صبا تجھے لیلی کی زلف دوتا کی قسم
ترے کشتہ غم کا ہے حال بتر یہی کہیو جو جانا ہو تیرا ادہر
تجھے قاصد صبح نسیم سحر میری ہجر کی شب بکا کی قسم

نہ تو آئی ہوس مجھے پھولوں کی بو کبھی اٹھا نہ جا سکے ہیں بر لب جو
میری تشنگی دل تو گئی نہ کبھو مجھے باغ جہاں کے فضا کی قسم

ردیف ن

یاران علاقہ کا شغل [illegible] | اندیشہ قوت صحیح نہیں [illegible]

دل سنے کی ہے مشق صبا آہ و زاری اندنوں
طائر بے آشیاں ہے بیقراری اندنوں

کیوں خزاں ایک پنکھڑی بھی گلگلے ہاتھ آتی نہیں
سرنگونی ہے کہاں یاد بہاری اندنوں

ہے سلیماں کو یہ جوش جوانی کا غرور
مرکب باد صبا ہے سواری اندنوں

ناز پرور چمن تھے اب اسیر دام ہیں
کچھ تو اے صیاد کر خاطر ہماری اندنوں

اتنے ٹکڑے ہوں مچا چکی ہیں مری رسوائیاں
ضعف اگر کرتا نہ میری پردہ داری اندنوں

لوٹتا ہے آپ وہ اب حسن کی اپنی بہار
مائل آئینہ ہے چشم خماری اندنوں

ضبط کا دعوی تھا آخر ہجر میں چلا اٹھے
اے ہوس کیا ہو گئی بے شکیبی تمہاری اندنوں

کیا کہیں ہم روبرو اس بت کے جا سکتے نہیں
دیکھیں ہم کیونکر اسے آنکھیں ملا سکتے نہیں

یا خفا ہوتے تھے ہم تو منتیں کرتے تھے آپ
یا خفا ہیں ہم سے وہ اور ہم منا سکتے نہیں

دل کا ہر حال میں رہتا تھا بہت پاس ہمیں
سو گیا ہاتھ سے اب کچھ نہیں وسواس ہمیں

اس پری رو نے نہ مجھ سے کی نباہی کیا کروں
سر کو ہر ٹیکوں کہ مر جاؤں الہی کیا کروں

وصل کا دن ہے نہ آنکھوں کے میرے سامنے
ہے گھڑی شب ہائے ہجراں کی سیاہی کیا کروں

تختہ تختہ ہو گیا طوفاں میں آکر جہاز
تم سے اے یارو بیاں اپنی تباہی کیا کروں

ہے تو وہ دشمن پہ محضر دیکھ کر خوں کا مرے
سوچتا ہے اس پہ میں اپنی گواہی کیا کروں

ٹکڑے ٹکڑے دل ہوا جاتا ہے پہلو میں ہوس
فتح کرتی ہے بتاں کی کم نگاہی کیا کروں

ہے جو نالاں ہم صفیران چمن کی یاد میں
اک مزا ہے عندلیب زار کی فریاد میں

ہر لحظہ چشم منتظراں ہے بر رواق میں
دکھلا دے منہ کو بیٹھے ہیں سب اشتیاق میں

مجنوں سے کوئی کہہ دے کہ سر زانو پہ دھرے
لیلی غریب روتی ہے تیرے فراق میں

سب سے جدا ہے لہجہ ہمارا تو اے ہوس
زنہار یہ زباں نہیں روم و عراق میں

جنکی خاطر اپنے تئیں ہم آپ میں آتے نہیں
دیکھنے سے جسکے سیری ہی کبھو ہوتی نہیں
ہم نے ٹک دیکھا تو آنکھیں نیچی کرلیں شرم سے
لیکنی ہی دو دراز خود رفتگی اُن سے ہمیں
اُسکے جاتے ہی ہوا ہی مضطرب کیا ہوش
ہماری نذر کو جو خامہ تحریر لائے ہیں
اوٹلتے ہی ورق جیسے کا لیلیٰ کو غش آیا ہے
سوا غم کے نہ کچھ دیکھا بجز حسرت نہ کچھ پایا
ہمیں پرسش سے تھا کیا کام ہیں ہم لوگ دیوانے
سمجھے کر قتل جب فتراک سے باندھا تو یہ تو نے
ہوس احسان جتاؤ نکا ہی یہ میری گردن پر
خواہ وہ قید رکھیں خواہ وہ آزاد کریں
گل سے کہہ جاکے اسیروں کی طرف سے یہ صبا
مجھکو ڈر ہی کہ کہیں باد صبا کے جھونکے
نام لینے سے ترے ہم کو حیا آتی ہی
جن دنیچو نکو ہوس پاس ہو قاتل کا بھلا
تو جو پڑا پھرتا ہی آج کہیں کل کہیں
چاہ بھی کیا چیز ہی سو جھتا پھر کچھ نہیں
دل نے تو حیران کیا روز کہے ہے یہی
جاتا ہوں جب اسکے پاس کہتا ہی وہ آئے ہوش
جب اُس سے درد دل کرتا ہوں ظاہر یار تو نہیں
ارے اوبے خبر ہیں یاد وہ دن بھی کہ جس روز دنیا
سر بازار اکثر گالیاں دیتا ہی وہ مجھکو

آہ اگر وہ کبھی چھاتی سے لگ جاتے نہیں
برسوں اب وہ ہم کو صورت اپنی دکھلاتے نہیں
دیکھیو اسطرف پھر کبھو کہ شرماتے نہیں
مدتیں گذریں کہ اب ہم آپ میں آتے نہیں
ہجر بھی ہوتا ہی لیکن اتنا گھبراتے نہیں
لب خاموش گویا بر سر تقریر لائے ہیں
مصور اس کئے مجنوں کی جب تصویر لائے ہیں
عدم سے ساتھ اپنے ہم عجب تقدیر لائے ہیں
صف محشر میں ہمکو یا رب نے تقصیر لائے ہیں
ہم اس صحرائے الفت سے عجب نخچیر لائے ہیں
کہ میرے قتل کو اُس شوخ کی شمشیر لائے ہیں
ہمکو طاقت نہ رہی اتنی کہ فریاد کریں
قید سے چھوٹیں تو پھر ہم چمن آباد کریں
اس چمن سے نہ مری خاک کو برباد کریں
روبرو کس کے ترا شکوہ بیداد کریں
کس طرح نالہ تہ خنجر فولاد کریں
اے دل خانہ خراب تجھکو بھی ہی کل کہیں
گروہ ہوا اک ذرا آنکھوں سے اوجھل کہیں
رات کٹی او ٹھیاں صبح ہوئی چل کہیں
آگئے تو میرے نہ آسامنے سے ٹل کہیں
لگا لیتے ہیں بس اُسکو وہیں اغیار با تو نہیں
گذر جاتی تھی ساری شب انہیں لو ارمانو نہیں
زباں اس شوخ کی ہی کسقدر طرار باتو نہیں

ہوسؔ مت ذکر کر تو میرے آگے اسکی ابرو کا
کہ چل جاتی ہی یہاں اکثر یونہی تلوار باتوں میں

جی میں آتا ہی کہ احوال اسیراں دیکھوں
چھپ کے جاؤں طرف روزن زنداں دیکھوں

یہ بھی قدرت ہی خدا کی کہ ہنسیں سب اور میں
لب افسوس کو اپنے تہ دنداں دیکھوں

بیکسی سے چلی ہی گور غریباں کی طرف
کہ ذرہ جا کے میں تنہائی یاراں دیکھوں

ہدف تیر غمزہ کرکے مجھے کہتا ہے
کسنے مارے ہیں ترے سینہ پہ پیکاں دیکھوں

سایۂ گل کو کبھی تو نہ گیا ہو جس نے
کیا غضب ہی میں اسے ہمدم مستاں دیکھوں

سوزش دل کسے کہتے ہیں ہوسؔ کیا تسے ہی
ہاتھ رکھکر میں ترا سینۂ سوزاں دیکھوں

چمن سے کون گذرا نشہ کی بے اختیاری میں
نسیم صبح کسکو ڈہونڈہتی پھرتی ہی کیاری میں

کسی کا دل نہ رنجیدہ ہوا فریاد سے اپنے
عجب لذت اٹھائی ہم نے چپکے چپکے زاری میں

قفائے ناقہ چلاتا ہی مجنوں وہ نہیں سنتی
ہی مست خواب راحت صاحب محمل سواری میں

خدا کے واسطے صاحب ذرا تم بام پر آؤ
سر رہ کوئی کھڑا ہی دید کی امیدواری میں

سرشک سرخ ہیں لعل بدخشاں سے ہوسؔ بہتر
مقابل اسکے کیا سلک گہر ہو آبداری میں

کہہ باد صبا جا کے اسیروں سے قفس میں
بھولے ہمیں تم آتے ہی صیاد کے بس میں

ظاہر نہیں ہوتا در و دیوار چمن سے کو
سر مارتی ہے باد صبا کسکی ہوسؔ میں

جنگلوں میں جستجوئے قیس صحرائی کروں
کب تلک ڈہونڈہوں کہاں تک بادیہ پیمائی کروں

گر کوئی مانع نہو واں سجدہ کرنے کا مجھے
آستان یار پر برسوں جبیں سائی کروں

بزم ہستی میں نہیں جز بیکسی اپنا رفیق
کس کی خاطر دوستوں میں محفل آرائی کروں

غارت دل کا جو کرتا ہی ارادہ ترک چشم
غمزہ کہتا ہی میں تاراج شکیبائی کروں

آشنا کوئی نظر آتا ہی یہاں کب اے ہوسؔ
کس کو میں اپنا انیس کنج تنہائی کروں

وہ انکھڑیاں جو نشے کے اتار میں آئیں
جما ہی یہاں اسے لاکھوں خمار میں آئیں

جنوں میں میری بھی انکو کی تشفی شو ہے ہوسؔ
صفائیاں گہر آبدار میں آئیں

بہتر عدم میں یہاں سے ہی کیا حال کارواں
جو کارواں جاتے ہیں دنبال کارواں

محمل نشین ناز کو مطلق خبر نہیں
کس کس کی خاک ہوتی ہی پامال کارواں

لاکھوں سلے ہیں خاک میں ہوتا ہی منکشف
ہر سطر موج ریگ سے احوال کارواں

گھر میں یہ اضطراب عشاق کا ہی حال
گذرے ہی جوں سفر میں مہ سال کارواں

یاران رفتہ سے تو ہی غافل نہیں ہوس
آنکھوں تلک تیرے پھرتی ہیں اشکال کارواں

بلبل کی زباں پر ہی یہ افسانہ چمن میں
کیا باد خزاں کرگئی ویرانہ چمن میں

اے باد صبا ہوئیگی بلبل کو ندامت
لیجانہ تو خاکستر پروانہ چمن میں

پابوس کیا سلسلۂ موج صبا نے
آشفتہ جو آیا ترا دیوانہ چمن میں

اس شرم سے جاتا نہیں وہ سیر کو گل کی
دیکھے نہ مجھے سبزۂ بیگانہ چمن میں

کچھ اسکے جنوں خیز ہی یہ باد بہاری
دیوانہ بنے جائے جو فرزانہ چمن میں

لیلیٰ نے انیسوں سے کہا میں نے سنا ہی
تھی چہچہ عجب مجلس رندانہ چمن میں

کیا جانے مرا قیس حزیں تھا کہ ہوس تھا
کرتا تھا کوئی نعرۂ مستانہ چمن میں

بھرے گلشن سے میں نے پھول چن چنکے داماں میں
یہاں تو عمر بھر جھگڑا رہا دست و گریباں میں

چبھتے ہی خار نجد آنکھوں سے مجنوں اس توقع پر
کہ تا مد ناقۂ لیلیٰ ہی ڈوبے ہیں بیاباں میں

گو چپ ہوں میں چوں بلبل تصویر قفس میں
ہی حسرت صد نالہ گلوگیر قفس میں

بلبل کو ترنم نے گرفتار کیا ہے
ہر تار نفس ہی اُسے زنجیر قفس میں

حیرت نے یہ گھیرا ہی کہ اب مرغ چمن کے
وا ہو نہیں سکتے لب تقریر قفس میں

بے سیر چمن اے ہوس بال فشانی
ہی سر پہ بلبل اُسے شمشیر قفس میں

صیاد کو دے رحم خدا اب یہ دعا کر
بلبل کو ہوس لاتی ہی تقدیر چمن میں

رنگ گل شگفتہ ہوں آب رخ چمن ہوں میں
شمع حرم چراغ دیر قشقہ برہمن ہوں میں

کثرت جور یار سے سب ہیں یہ میری جزو تن
سوز و ملال و یاس و درد رنج و غم و محن ہوں میں

میں ہوں نسیم تو بہار میں ہوں شمیم زلف یار
گو کہ نظر سے ہوں نہاں داخل انجمن ہوں میں

سرو نشیں اور ہیں شاخ نشیں گل اور ہیں
قمری آشیاں خراب بلبل بے وطن ہوں میں

خندہ زناں ہیں مجھپہ گو بے خرداں روزگار
اہل خرد میں اے ہوس رونق انجمن ہوں میں

آیا نہ اب تلک وہ ہوا رو بشام دن
قاصد کے انتظار میں گذرا تمام دن

عالم فریب خوردہ حسن کلام ہے
اے آفتاب ہادی کوئے نگار ہو

واہو جو پردۂ رخ محمل نشیں ہوس
ہیکشاں خوش ہو کہ دُگرلا کہ عصیاں باغ میں
کون میکش آج گذرا تھا خراماں باغ میں
یاد حق صحبت دیرینہ کرکے اے نسیم
ابکی تیو نیر پڑا تھا عکس رخ کس کا ہوس
راحت ملک عدم یاد نہیں یار دل کو
وہ جو ہیں دیکھنے والے تیرے اے پئہ ناز
خفا ہیں وہ بت خونخوار دیکھیے کیا ہو
گئے ہی عفو کی امید گاہ قتل کا ہیم
نہ آشنا ہیں موافق نہ دوست ہیں غمخوار
متاع حسن کو اس گل کی اندنوئیں ہوس
لطف شب مہ اے دل اُس دم مجھے حاصل ہو
بیٹھے بٹھائے ناحق لگتا ہے روگ جی کو
صحرا میں ناقہ بیٹھا جاتا ہے بیکسا نہ
دوری سے رو میں کیا ہم یاراں رفتگاں کی
جب شال سرخ اوڑھی لُٹنے ہوس میں اس دم
صحرا میں جنوں کے مجھے نخچیر بناؤ
چوری تو عیاں ہو گئی لکنت ہے زباں کی
اے منعمو کیا قصر و محل کرتے ہو تم طرح
ہوتا ہی ہو سن ہیں تو یہی خواہش تقدیر
عاشق کا ذرا چاک گریباں تو دیکھو

وعدے کے تیرے کیوں گئیں خاص و عام دن
اُٹھے بھلا کبھی تو ہمارے بھی کام دن
مغرب کو پھر نہ مہر کی کھینچے زمام دن
بوئے گل ہی حصن بہر حفظ رندان باغ میں
پھول آتے ہیں نظر پامال داماں باغ میں
گل سے کیجو شرح احوال اسیران باغ میں
ہر شجر تھا غیرت سرو چراغاں باغ میں
عالم آزادی کا بھولا ہی گرفتار دل کو
سرزنش کرتے ہیں یوسف کے خریداروں
تنے نرالے ہیں اطوار دیکھیے کیا ہو
کھڑے ہیں تیرے گنہگار دیکھیے کیا ہو
فلک ہی درپئے آزار دیکھیے کیا ہو
چمن چمن ہیں خریدار دیکھیے کیا ہو
اک چاند بغل میں ہو اک چاند مقابل ہو
یارب کبھو کسی سے الفت نہو کسی کو
شائد سنا ہی اُسنے مجنوں کی بیکسی کو
اک دن سفر جہاں سے درپیش ہی سبھی کو
دیکھا شفق میں پنہاں خورشید خاوری کو
دل کو میرے اُس کا ہدف تیر بناؤ
جھوٹی نہ مرے سامنے تقریر بناؤ
ٹوٹے ہوئے دل کی کوئی تعمیر بناؤ
یوں سیکڑوں باتیں کرو تدبیر بناؤ
آتا ہی عجب دھج سے چلا شان تو دیکھو

عشق کی گرمی سے کیونکر جل نہ جاویں استخواں
آگیا اک مشت خس آتش کے پیر کا لیکے ہاتھ

دیکھنا بھی ہو گیا خواب و خیال اب اے ہوس
روز و شب پھرتے تھے انکا ہاتھ میں یا لیکے ہاتھ

نرگس سے گل سے لالۂ خنداں سے دور رہ
لیکن نہ اے نگہ رخ جاناں سے دور رہ

خطرہ ہی مجھکو جل کے نہ ہو جاے راکھ تو
اے آگ میرے سینہ سوزاں سے دور رہ

جبرئیل گر طواف کو آوے تو وہ سکے
میرے شہید ناوک مژگاں سے دور رہ

ہی لطف جاگنی کا شب انتظار میں
اے گرد خواب دامن مژگاں سے دور رہ

میں تو اسیر دام بلا ہو چکا ہوس
پھر خدا تو کاکل پیچاں سے دور رہ

تھا جو حیراں میں یہ حیرت کدہ مانی دیکھ
رہ گیا آئینہ حیراں میری حیرانی دیکھ

تو جو گذرا در زنداں سے تو کس حسرت سے
رہ گیا دور سے تجھکو ترا زندانی دیکھ

چہچہے اپنے پہ مغرور ہے کیا مرغ چمن
اک ذرا مرغ قفس کی بھی غزلخوانی دیکھ

خوبرو تجھکو بنایا ہے خدا نے اے بت
اپنی تصویر یہ صنع قلم مانی دیکھ

بیوفا سے مرے رکھتا ہی یہ امید وفا
اے ہوس دل کے ذرا تو میری نادانی دیکھ

ردیف ی

جوانی یاد ہمکو اپنی پھر بے اختیار آئی
ہوا دیوانہ تو ہمیں جب غل بہار آئی

ہوا تھا مرگ سے غافل ہیں کسدن جوش وحشت میں
صبا کیوں لیکے میرے سامنے مشت غبار آئی

دکھائے رنج پیری کے اجل تیرے تغافل نے
تجھے آنا تھا پہلے آہ تو انجام کار آئی

ہمارے توسن عمر رواں کے تیز کرنے کو
شمیم زلف دوش باد صرصر پر سوار آئی

نہ پایا وقت لے زاہد کوئی ملنے عبادت کا
شب ہجراں ہوئی آخر تو صبح انتظار آئی

نہ کچھ خطرہ خزاں کا ہی نہ احسان بہار اسیر
عدم سے اپنی شاخ آرزو بے برگ و بار آئی

جا ہی دیکھو غفلت نہ سمجھے وائے نادانی
ہمیں دو دن کے بہلانے کو عمر بے مدار آئی

جو تنگ عشق ہیں وہ بوالہوس فریاد کرتے ہیں
لب زخم ہوس سے کب صدائے زینہار آئی

تو بر سر ترحم وہ تندخو نہ آوے
سر شرط وفا ہی لب پر شکوہ کبھو نہ آوے

نہ دشمن سے اس نگہ کی ہیں مست اہل عرفاں
کبھو کہ لیکے ساقی جام و سبو نہ آوے

ہر سبزہ کی زباں یہاں مصروف العطش ہے
افسوس ابر رحمت گر آج تو نہ آوے
اللہ رے بدمزاجی کرتا ہے عاشقوں سے
وہ گفتگو کہ جس میں الفت کی بو نہ آوے
دکھلاؤں گر ہوس میں ننگ سخن چمن ہیں
بلبل کو میرے آگے پھر گفتگو نہ آوے

نپایا کھوج برسوں نقش پائے رفتگاں ڈھونڈھی
نہو ممکن پتا جن کا نہیں کوئی کہاں ڈھونڈھی
تلاش اس طرح بزم عیش میں ہے بے نشانوں کی
کوئی کپڑے میں جیسے زخم سوزن کا نشاں ڈھونڈھی
ہم اُسکے ذکر ہی سے خوش کیا کرتے ہیں وا اپنا
سہارا جیسے تنکے کا غریق نیم جاں ڈھونڈھی
کدھر کو دیکھ کر جاتا رہا عہد شباب اپنا
نہ پایا اُس مسافر کو ہزاروں کارواں ڈھونڈھی
اُٹھانا ہو سکے آدم پہ جب بار امانت کا
کہاں سے پھر کوئی اسکے لیے بار گراں ڈھونڈھی
گرہ سا سو نہیں ڈالی ہے ہوس افراط گریہ نے
نہ آہ ناتواں آئینکو لب تک وہاں ڈھونڈھی

دل میں ایک اضطراب باقی ہے
یہ نشان شباب باقی ہے
اُسکی رحمت سے ناامید نہو
ابھی روز حساب باقی ہے
ایک دم کے لیے نہ گھبراؤ
نفس چند خواب باقی ہے
دل کو ہر دم ہوس بقول حضور
پھر وہی اضطراب باقی ہے

ہوئے آج بوڑھے جوانی میں کیا تھے
جب اُٹھے تھے زانو سے ہاتھ آشنا تھے
جہاں کی تو ہر چیز میں ایک مزا تھا
نہ سمجھے کہ کس شے کے ہم مبتلا تھے
نہ کافر سے خلت نہ زاہد سے الفت
ہم اک بزم میں تھے پہ سب سے جدا تھے
نہ تھا میرے جنگل میں آزاد کوئی
بگولے بھی پابند زلف ہوا سے
مزار غریباں تاسف کی جا ہے
وہ سوئے ہیں پھرتے جو کل جابجا تھے
بنا کر بگاڑا ہمیں کیوں جہاں میں
یہ سب حرف کیا سہو کلک قضا تھے
سنے آخری نالے دو چار میں نے
وہی نالے بانگ شکست درا تھے
خدا جانے دنیا میں کسکو تھی راحت
ہوس ہم تو جینے سے اپنے خفا تھے

چھٹ کے ہم شب گلرخوں سے انجمن میں رہ گئے
نکہت گل کیطرح پنہاں چمن میں رہ گئے
ترک چشم یار نے لی تیغ ابرو دوش پر
موئے گیسو کب کے پیچھے بانکپن میں رہ گئے

لکھتے ہو عبث یار و اب حال مرا اس کو — یہاں کام ہی آخر ہے جب تک کہ جواب آوے
مجھ سا جو کوئی میکش آوے لب دریا پر — ساغر میں حباب ہوئے ہو سے مئے ناب آوے
ان صومعہ والوں کو خودداری کا دعویٰ ہے — مسجد کی طرف یارب وہ مست شراب آوے
گر تابش خور سے وہ چہرہ عرق افشاں ہو — کرنے کے لیے سایہ اُس گل پہ سحاب آوے
اُس گل کا تصور ہے اور گوشہ تنہائی — اغلب کہ ہوس تجھکو اس رات نہ خواب آوے

زاہد کا دل نہ خاطر میخوار توڑیئے — سو بار توبہ کیجئے سو بار توڑیئے
ہو حکم باغباں تو پئے بلبل اسیر — پژمردہ پھول باغ سے دو چار توڑیئے
تصویر یار جی میں ہے لیجا کے مصر میں — یوسف کا مول کچھ سر بازار توڑیئے
آزادی میں بھی یہاں تو اسیری ہی جی کا تھا — زنداں کی کس امید پہ دیوار توڑیئے
اسرار عشق مرنے تلک منکشف نہوئے — مہر سکوت منہ سے نہ زنہار توڑیئے
میں نیم جاں رہا تو نزاکت کا تھا قصور — جھنجھلا کے آپ اپنی نہ تلوار توڑیئے
سر رشتہ عشق کا ہے جدا سب سے اے ہوس — تسبیح پھینک دیجیے زنار توڑیئے

عالم کی زباں اوپر گو قصہ مجنوں ہے — افسانہ رسوائی اپنا بھی تو موزوں ہے
ہر چین بھی دامن کی سر رشتہ مضمون ہے — ہر چند قبا اُس کا ایک مصرعہ موزوں ہے
بال اسلئے ہیں سر پہ آشفتہ و ژولیدہ — مجنوں کی سیہ بختی گرد سر مجنوں ہے
آشوب دو عالم ہے رونا ترے عاشق کا — ہر قطرہ میں دریا ہے ہر اشک میں جیحوں ہے
لے جلد خبر پیارے ان روزوں ہوس تیرا — مفتون و جگر خستہ دل دادہ و محزوں ہے

نیند بھر کوئی نہ سویا مرے زنداں میں کبھی — صبح آلودہ نہوئی دست دعا بیاباں میں کبھی
قیس و فرہاد نہیں ہائے میں کس سے پوچھوں — نیند آتی ہے کسی کو شب ہجراں میں کبھی
باغباں باقی ہے اب بھی کوئی تنکا کہ نہیں — آشیاں ہم نے بنایا تھا گلستاں میں کبھی
چشم اصلاح ہے بعد اپنے زباں دانوں سے — غلطی نکلے ہوس گر مرے دیوان میں کبھی

رونے میں رات ہجر کی ساری گذر گئی — گذری بری یہ یوں ہی ہماری گذر گئی
جس راہ سے گذر مرے دلدار کا ہوا — سمجھا میں یہ نسیم بہاری گذر گئی

چشمک زنی سے غیر کی یہاں یہ ستم ہوا
گویا کہ اپنے دل سے کٹاری گذر گئی
لیلیٰ نے عیش و ناز میں گو عمر کی بسر
مجنوں کی بھی مذلت و خواری گذر گئی
اتنا جو ہے غبار ہے یہ دشت دل ہوس
یہاں سے مگر کسیکی سواری گذر گئی

ماتھے پہ لگا صندل وہ ہار پہن نکلے
ہم کھینچ وہیں قشقہ زنار پہن نکلے
اللہ رے تری شورش اے فصل جنوں تجھ میں
دیوانوں کی زنجیریں ہشیار پہن نکلے
عاشق کے تئیں اپنی سج اپنی دکھانے کو
ململ کا انگرکھا وہ سو بار پہن نکلے
مرغوب جنوں پائی پوشاک نہ جب کوئی
ہم جامۂ عریانی ناچار پہن نکلے
کیونکر نہ ہوس جاوے صدقے فلک لیلیٰ
یلم ہی کا سب گہنا جب یار پہن نکلے

کیا دن تھے جب چھپ چھپ کر تم پاس ہمارے آتے تھے
کلپتے تھے بدنامی کے ڈر سے آنسو پی پی جاتے تھے
ہائے جوانی کیا موسم تھا اب وہ دن یاد آتے ہیں
روٹھتے تھے ہم ہر دم ان سے اور وہ آکے مناتے تھے
ہائے غضب ہے مجھ وحشی کو اسی موسم میں قید کیا
سن جب شور فصل بہاراں مرغ قفس گھبراتے تھے
ذکر کیا میں آپ کا کس سے کس کے آگے نام لیا
دشمن تھے وہ لوگ مرے جو آپ کے تئیں بہکاتے تھے
ہائے وہ پہلے حیا کا عالم کس سے میں اظہار کروں
میں تو حجاب سے آپ خجل تھا وہ مجھسے شرماتے تھے
اس سے ہوس ملنا مشکل تھا پر وہ ہم سے دور نہ تھے
ان کے تصور ہی سے ہر دم اپنا جی بہلاتے تھے
ہوے عازم ملک عدم جو ہوس تو خوشی یہ ہوئی تھی کہ غم سے چھٹے
پر فراغ الم سے نہ وہاں بھی ملا وہاں غم یہ ہوا کہ وہ ہم سے چھٹے
کبھی دیر میں تھے کسی بت پہ فدا کبھی کعبہ میں کرتے جاکے دعا

تیرے کوچے میں بیٹھے تو خوب ہوا کہ گنا کش دیر و حرم سے چھٹے
یہی کہتی تھی لیلیٰ پردہ نشیں کہ فراق کی اب اُسے تاب نہیں
ملوں اس سے میں تا مرا قیس حزیں غم ہجر کے درد و الم سے چھٹے
میں ہوا ابھی جو بسمل تیغ جفا و لے باقی ہے دل میں ابھی یہ وفا
کہ یقیں ہے لہو مرا جاے حنا جو لگے تو نہ پاے صنم سے چھٹے
نہو بستۂ چین کمند و رسن رہی بھاگتا ہی وہ بہ وحشت ختن
تیرے چشم ہوا اُسے چہ سایہ فگن کبھی پاے غزال رم سے چھٹے
نہ کیوں شاکی ہوں بخت سیاہ سے ہم کہ وہ معدن شفقت و لطف و کرم
کرے نالۂ شوق جو ہم کو رقم تو سیاہی نہ نوک قلم سے چھٹے
مجھے رہ میں ملے تھے وہ باندھے کمر چلے جاتے تھے باغ کو وقت سحر
انہیں لاتا پکڑ مجھے کس کا تھا ڈر یہ فریب کے قول و قسم سے چھٹے
ہوے خوف سے گوشہ گزیں عسس گیا سینہ پلنگ فلک کا بہلس
شب ہجر میں یارو بغیر ہوس مرے نالے جو قیر اجم سے چھٹے

تم جو غافل رہے الفت کے گرفتاروں سے
سر پٹک مر گئے زنداں کے دیواروں سے

زینت پاے جنوں اس سے زیادہ کیا ہو
آبلے سب گہر سفتہ بنے خاروں سے

منزل ملک عدم ضعف نے طے ہونے ندی
قافلے چل بسے ہم پیچھے رہے یاروں سے

خوش قداں مردوں کو ٹھوکر سے جلا دیتے ہیں
حشر برپا ہے انہیں لوگوں کی رفتاروں سے

داغ دل سوز جگر کاوش غم درد فراق
بیشتر مرتے ہیں عاشق انہیں آزاروں سے

مشعل آتش دل گرچہ نہیں تو بھی ہوس
داغ سینے کے چمکتے ہیں فزوں تاروں سے

کیا کیا نہ رنج ہمیشہ تیرے بن گزر گئے
اب جلد آ کہیں کہ بہت دن گزر گئے

کسریٰ کے طاق پر یہ لکھا تھا بہ آب زر
اس منزل خراب کے ساکن گزر گئے

تھے موسم شباب میں وحشت کے ولولے
اب کیا مزا جنوں کا وہ دن گزر گئے

دشمن جو تیرے چشم کی سحر آفرینیاں
لاکھوں ہی اپنی جان سے کاہن گزر گئے

رخصت کے وقت ہمنے ہوس آہ تو نہ کی
صدمے ہماری جان پہ لیکن گزر گئے

دامن میں کیا بھر کریوں لخت جگر ہمنے
یہ باغ محبت کے پاسے ہیں ثمر ہمنے

یاران گزشتہ سے ملتے ہیں کوئی دم کو
اب دوش پہ باندہا ہے اسباب سفر ہمنے

صیاد گیا لے جب گلشن میں قفس اپنا
سکان چمن پر کی حسرت سے نظر ہمنے

منظور نہیں ہم کو معشوق کی رسوائی
رونیکی قسم کھائی اے دیدۂ تر ہمنے

سمجھانے سے یاروں کے سمجھے نہ ہوس ہمتو
الفت میں کیا آخر جی کا ہی ضرر ہمنے

کیا فقط قید میں گلشن کا سماں بھول گئے
ہم تو جوں بلبل تصویر فغاں بھول گئے

عہدگل میں جو تر ےحسن نے دکھلائی بہار
گل فروشونکی خریدار دکان بھول گئے

آخر کار ملا صاف یہی قاصد کو جواب
طاق پر رکھکے مرے خط کو تباں بھول گئے

سرکشی کرتے ہیں اب جو نہالان چمن
کیا مگر آفت تاراج خزاں بھول گئے

درد دل سننے گئے اس سے جو ہم رات ہوس
سیکڑوں حرف خوشامد کے میاں بھول گئے

اگر اسکی تیغ ابرو سے ہمارا کام ہو جاوے
تڑپ دل کی مٹے جھگڑا چکے آرام ہو جاوے

نہال قد کو اسکے گرنزاکت سے بھی جنبش ہو
نسیم نوبہاری موردا لزام ہو جاوے

قفس سے چھوٹنے کی ہی خوشی پرساتھ یہ ڈر ہی
ہماری ناتوانی پھر نہ ہمکو دام ہو جاوے

سنیے گر نغمہ سنجی مجھ گرفتار محبت کی
قفس پر عندلیب زار بے آرام ہو جاوے

سیہ طالع جو مجھسا میہماں شاہ خاور ہو
تو اسکی طالعونکی صبح روشن شام ہو جاوے

نہ کچھ بیقراری میری قاصد اس سے تو کہا ہر
میں ڈرتا ہوں تر ک نامہ وپیغام ہو جاوے

نسیم صبح مت جا خوابگہ میں اسکی کہتا ہوں
کہیں بیباک تو مفت میں بدنام ہو جاوے

ہوس جو کچھ تو سمجھا ہی وہی سچ ہی قیامت ہو
خیال پختہ مغزان جنوں گر خام ہو جاوے

رنج بلاکشاں کا جسمیں بیاں نہووے
ہرگز پسند اپنے وہ داستاں نہووے

سویا ہی صبح ہوتے وہ مست خواب راحت
گلشن میں عندلیبو شور و فغاں نہووے

میں نغمہ سنج گزروں گر راہ سے چمن کی
تا حشر کوئی بلبل رطب اللساں نہووے

مو کی جگہ بدن سے ایک دو دو عیاں ہی
پہلو میں دل کی جاگہ اخگر نہاں نہووے

[illegible] ق روئے جاناں
گر عقل ہو تو مجھ سے بدگماں نہ ہووے

[illegible] اد تیرے ہاتھ سے
اب کہاں جا کر چھٹیں صیاد تیرے ہاتھ سے

فصل گل آئی قریب اور ہم اسیر دام ہیں
دیکھیے کب ہوں رہا صیاد تیرے ہاتھ سے

تجھ سوا اپنا اے ہوس کا کون ہے فریاد میں
کس سے یہ جا کر کرے فریاد تیری ہاتھ سے

ہے ہوا ایسی ہی واں کی عجب اسکا کیا ہے
تیرے کوچے میں اگر مست سے ہشیار الجھے

جس گھڑی ہاتھ میں ساقی نے لیا جام شراب
کیا ہی میخانہ میں میخوار سے میخوار الجھے

تیری تصویر جو گل ہاتھ میں تھی آئی کے
مشتری اس سے ہزاروں سر بازار الجھے

جب سے اسے بھی ترا طرۂ طرار الجھے
اسکی شوخی سے بھلا کیوں نہ دل زار الجھے

باغ کے جانے کو وہ کیوں اڑا دے تو ہوس
خنجر تاک سے جس مست کی دستار الجھے

شمع سے فانوس کے جوں نور پیراہن میں ہے
داغ دل سے یہاں چراغ طور پیراہن میں ہے

وہاں ملا جاتا ہے عطر فتنہ ہر شب وقت خواب
اور یہاں آب دم سا طور پیراہن میں ہے

دیکھ تو لے عاشق لیلیٰ گر تیرے واسطے
صرف کسکی نرگس مخمور پیراہن میں ہے

کیا کہوں حسن بدن کا اسکے میں یارو فروغ
صاف تو یہ ہے کہ شمع طور پیراہن میں ہے

اسکو بھی لکھکر سنا دے ہمکو اے کلک ہوس
اور جو تجھکو غزل منظور پیراہن میں ہے

یوں نہاں اپنا تن رنجور پیراہن میں ہے
بوئے گل غنچہ کی جوں مستور پیراہن میں ہے

میلے کپڑوں میں لسا لے اسکے ای یعقوب تو
بوئے یوسف گر تجھے منظور پیراہن میں ہے

صبح کے مانند ہے چاک گریباں سے عیاں
کب صباحت حسن کی مستور پیراہن میں ہے

مکتوبات امیر مینائی معروف بہ خطوط منشی امیر احمد مع تصویر و نسخۂ تاریخ عمری امیر موازنہ داغ و امیر مرتبہ حضرت ثاقب مدیر قند پارسی علیگڈھ۔ اس مجموعہ کی مولانا شبلی حالی مولوی [illegible] حبیب الرحمن خاں شیروانی [illegible]
امیر احمد علوی و حسرت موہانی وغیرہ نے بہت کچھ تعریف کی ہی کتاب کے آخر میں ان لوگوں کی تقریظیں بجنسہٖ نقل کر دی ہیں کاغذ سفید و بیز لکھائی چھپائی پسندیدہ حجم ۳۰۵ صفحے قیمت علاوہ محصول ڈاک ڈیڑھ روپیہ عہ

حیات جاودانی معروف بہ حیات تسلیم کامل ۔ یعنی استاد شیخ امیر اللہ تسلیم لکھنوی کی مکمل سوانح عمری مرتبہ حضرت عرش گیاوی شاگرد تسلیم اس کتاب میں حضرت تسلیم کے واقعات زندگی کے علاوہ انکی شاعری پر ریویو اُن کے ہمعصروں کے دلچسپ حالات اور اون کے بعض مشہور شاگردوں کا بھی مختصر تذکرہ موجود ہی کتاب کے شروع میں مرحوم کی عکسی تصویر اور آخر میں ایک دلچسپ ضمیمہ بھی شامل کر دیا گیا ہی۔ کاغذ سفید حجم ۱۰۰ صفحے قیمت مع محصول ڈاک ۸ /

اُردوے معلی جلد دہم و یازدہم ۔ یعنی اکتوبر ۱۹۰۹ء سے ۱۹۱۰ء تک کے ۱۵ پرچوں کا نہایت دلچسپ اور قابل دید مجلد مجموعہ قیمت ہم

اُردوی معلی جلد ۱۲ ۔ ۱۹۱۱ء از جنوری تا دسمبر ۱۹۱۱ء مجلد عہ
اُردوے معلی جلد ۱۳ و ۱۴ ۔ ۱۹۱۲ء از جنوری تا دسمبر ۱۹۱۲ء مجلد عہ
اُردوے معلی جلد ۱۵ ۔ ۱۹۱۳ء از جنوری تا جون ۱۹۱۳ء مجلد عہ

انتخاب اُردوی معلی مجلد
یعنی ۱۹۰۳ء سے ۱۹۰۸ء تک کی ۱۰ جلدوں کے بہترین مضامین نظم و نثر کا انتخاب قابل دید قیمت عہ علاوہ محصول

دیوان مصحفی مرتبہ حسرت موہانی ۸ / مع محصول
دیوان جرأت " " " ۱۵ / "
دیوان قائم چاندپوری " " ہم / "
دیوان میر سوز " " " ۳ / "
دیوان حسرت استاد جرأت " " " ہم / "
دیوان میر حسن " " " ۵ / "
انتخاب دیوان ظفر دہلوی ۔ ۲ / "

دیوان شیفتہ شاگرد مومن ۸ / مع محصول
دیوان صبا لکھنوی ۸ / علاوہ محصول
دیوان سحر " ۸ / " " "
دیوان مرزا حاتم علی مہر لکھنوی ہم / " " "
دیوان مرزا ماہ منا شاگرد آتش عہ / " " "
دیوان اشرف شاگرد مرزا نسیم ۵ / مع محصول
دیوان مرزا مائل دہلوی شاگرد انور تسلیم ۲ / " "

تذکرۃ الشعرا (جزو اول) مشتمل بر حالات ثاقب و رسائل انتخاب دیوان اسیر و تنہا و شہیدی ۸ / " "

المشتہر سید فضل الحسن حسرت موہانی مینیجر تذکرۃ الشعرا علیگڈھ